انا اعطینک الکوثر
ساری کثرت پاتے ہیں
کوثر الخیرات
لسید السادات
صلی اللہ علیہ وسلم
عمدۃ الاذکیا اشرف العلماء ابو الحسنات
مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہم
اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

(امام احمد رضا بریلوی)

کوثر الخیرات

لسید السادات

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تالیف

عمدۃ الاذکیاء مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ
شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف

Phone:0541-634759
Mobile:0333-5833360

نام کتاب .... کوثر الخیرات

تالیف .... علامہ محمد اشرف سیالوی
شیخ الحدیث سیال شریف

سن اشاعت .... جنوری 2007ء

صفحات 416

قیمت .... [illegible] روپے

ناشر مکتبہ فیضان باہو 0321-7641096

ملنے کے پتے

☆ جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا

☆ مکتبہ جمال کرم 9 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور 042-7324948

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور 042-7312173

☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد 041-626046

☆ احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

سوال:۔ حضرت عیسٰے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب تشریف لائیں گے تو وصفِ نبوت کے ساتھ متصف ہوں گے یا نہیں! وصفِ نبوت کے ساتھ موصوف نہ ہوں تو نبی کا نبوت سے معزول ہونا لازم آئے گا اور یہ بالکل باطل ہے اور اگر وصفِ نبوت کے ساتھ موصوف ہوتے ہوئے تشریف لائے تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کا ظہور ہو گیا ہاں وہ مستقل نبی نہیں ہوں گے آپ کے تابع ہو کر آئیں گے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی بھی مستقل نبی نہیں بلکہ آپ کا تابع نبی ہے لہٰذا اس کی نبوت کی نفی نہیں ہو سکتی جب اسے اتباعِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال حاصل ہو گیا تو منصبِ نبوت پر فائز ہو گیا۔

جواب:۔ اولاً یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم ہونے کا مطلب قرآن، حدیث، کتبِ عقائد وسیر اور اقوال محدثین ومفسرین اور اکابرِ امت کی تصریحات اور ساری امت کے اجماع سے، یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی بن کر نہیں آسکتا نہ یہ کہ پہلے زندہ نہیں رہ سکتے۔ حضرتِ عیسٰے، حضرتِ ادریس، حضرت خضر، حضرت الیاس علیہم السلام ظاہری حیات کے ساتھ زندہ موجود ہیں لیکن انہیں نبوت آپ کے بعد نہیں بلکہ پہلے عطا ہوئی لہٰذا ان کے وجودِ مسعود سے آپ کے بعد کسی نئے نبی کی بعثت کا جواز کہاں سے نکل سکتا ہے؟

ثانیاً: نبی کا عند اللہ ایک مقام ہے جو ہر امت سے افضل و اعلیٰ ہے اور کوئی بھی امتی خواہ کسی نبی کی ذات سے تعلق رکھنے والا ہو اس نبی سے بحیثیت نبی ہونے کے افضل و اعلیٰ بلکہ مساوی بھی نہیں ہو سکتا لیکن اس کی عالم دنیا اور عالم تکلیف کے لحاظ سے ایک ذمہ داری ہے اور وہ ہے اپنے فرائضِ رسالت کی ادائیگی، وحی اور آسمانی احکام کا ابلاغ، اگر صاحبِ کتاب نبی ہے تو اپنی کتاب کی تبلیغ اور اگر پہلے نبی کی کتاب اور شریعت کو جاری رکھنا منظور ہے تو اس کی تلقین و تدریس، پہلا مرتبہ ہر نبی کو ہمیشہ کے لئے حاصل ہے اس میں معزولی اور نقص و تنزل ممکن نہیں لیکن دوسرے منصب کے لئے ایک مخصوص وقت میں مخصوص علاقہ یا گروہ اور قوم اس نبی کے سپرد ہوتی ہے لہٰذا جب وہ وقت ختم ہو گیا تو ان کی

ذمہ داری ختم ہو گئی اور ان کے فرض کی ادائیگی مکمل ہو گئی۔ اور عدمِ ابلاغ کی صورت میں امکانی باز پرس کا کوئی احتمال باقی نہ رہا۔ جس طرح آیتِ میثاق میں اللہ تعالےٰ نے واضح فرمایا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دے دوں اور پھر تمہارے پاس میرا رسول تشریف لے آئے تو تم ضرور بالضرور ان کے ساتھ ایمان لانا اور ان کی نصرت و معاونت کرنا اور ایمان لانے، امداد و معاونت کرنے پر ان سے بڑا ہی تاکیدی وعدہ لیا اور خلاف ورزی کی صورت میں وعید بھی سنائی لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انبیاء سابقین کے تو عہد موجود ہوتے ہوئے اگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو وہ عنداللہ نبی نہ رہتے اور ان کے مقام و مرتبہ میں تنزل آ جاتا بلکہ محض دنیوی لحاظ سے فرائض کی ادائیگی اور منصب تبلیغ احکام سے سبکدوشی ہو جاتی لہٰذا وہ بیک وقت نبی بھی ہوتے یعنی عنداللہ اور رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی و خدام بھی اور دینِ اسلام کے معاون و مددگار بھی، اسی طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام اپنے نزول کے بعد دینِ اسلام کی خدمت و معاونت فرما کر اللہ تعالےٰ سے کئے ہوئے وعدہ کو ایفاء فرمائیں گے جبکہ ایمان لانے والے وعدہ کو معراج شریف کی رات ادا کر چکے ہیں لہٰذا وہ عنداللہ اب بھی نبی ہیں اور دوبارہ نازل ہوں گے تو اس وقت بھی نبی ہوں گے لیکن جس طرح حضرت خضر و الیاس اور حضرتِ ادریس علیہم السلام کی موجودگی، منصبِ نبوت و رسالت کی ادائیگی کے لئے نہیں اسی طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام کی آسمانوں پر موجودگی یا قیامت کے قریب نزول اپنے مذہبِ عیسائیت اور کتابِ انجیل کی تبلیغ کے لئے نہیں۔ اس فرق کو مکان کے لحاظ سے اور قوم مخصوص اور علاقہ مخصوصہ کے لحاظ سے یوں سمجھئے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام ہم زمان نبی ہیں، ہر ایک کا اپنا اپنا حلقہ مخصوصہ ہے اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرتِ لوط علیہ السلام کے حلقہ میں تشریف لے جائیں تو آپ وہاں کے نبی نہیں نہ وہ لوگ آپ کی امت، نہ ان پر وہاں تبلیغ فرض و لازم اور نہ ان پر ان کی اتباع لازم، اسی طرح اگر لوط علیہ السلام حضرتِ

ابراہیم علیہ السلام والے علاقہ میں تشریف لے جائیں تو نہ ان پر تبلیغ فرض نہ وہ اس علاقہ کے نبی نہ یہ ان کی امت نہ ان پر حضرت لوط علیہ السلام کی اتباع لازم لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دوسرے علاقہ میں تشریف لے جائیں تو وہ نبوت سے معزول ہو جائیں گے یا حضرتِ لوط علیہ السلام دوسرے خطہ میں قدم رنجہ فرمائیں تو وہ منصبِ نبوت سے معزول ہو جائیں گے۔

اور یہ مثال کوئی حضرتِ لوط یا حضرت ابراہیم علیہما السلام سے مخصوص نہیں بلکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بعد اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے پہلے بیک وقت تیس تیس نبی مختلف علاقوں میں تبلیغ توحید و رسالت میں مصروف رہے ہیں لہذا ظرفِ زماں کو بھی اسی ظرفِ مکان پر قیاس کر لینے سے مسئلہ بالکل واضح ہو جائیگا۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا والساعۃ کھاتین (مشکوٰۃ) میں اور قیامت ایسے ملے ہوئے ہیں جیسا کہ یہ دو انگلیاں یعنی درمیانی اور انگوٹھے سے ملی ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ آپ کے مبعوث ہونے سے لیکر قیامت تک آپ کا زمانہ نبوت و رسالت ہے جیسا کہ ہر مکان اور ہر علاقہ آپ کی نبوت و رسالت کے احاطہ میں ہے لہذا حضرتِ عیسےٰ علیہ السلام نہ نبوت سے معزول ہوں گے اور نہ ہی اس زمانہ و مکان میں نبی و رسول بن کر نزول فرمادیں گے۔

ثالثاً: جب دینِ اسلام مکمل ہو چکا، کتاب اللہ پوری طرح محفوظ کر لی گئی اور اللہ تعالےٰ نے اس کی حفاظت کرانے اور جمع کرانے کا وعدہ پورا فرمادیا انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون، ان علینا جمعہ و قرآنہ، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اخلاق عالیہ اور صفاتِ کمالیہ کی تکمیل فرمادی اور آپ کا ہر قول و فعل، عمل و کردار، نشست و برخواست، کھانا پینا، سونا اور جاگنا، خانگی تعلقات اور پڑوسیوں سے حسن معاشرت اور اپنے جانثاروں سے حسن سلوک غرضیکہ آپ کی زندگی مقدس کا گوشہ گوشہ اور ہر پہلو محفوظ کر لیا گیا تو اب ضرورت ہے تو صرف تبلیغ و تعلیم کی اور تدریس و تلقین کی۔ کیا یہ فریضہ سوائے نبی کے اور کوئی ادا نہیں کر سکتا تھا اور

مرزا صاحب سے پہلے بھی انبیاء نے ہی یہ تبلیغ فرمائی یا علماءِ کرام اور ائمۂ دین، عارفین کاملین نے، اگر تیرہ سو سال میں کسی نبی کی ضرورت پیش نہ آئی تو اب کیوں یہ ضرورت پیش آئی کہ انہی علماء سے تعلیم حاصل کرنے والا شخص اور مختلف اوقات میں مولا بخش کے ذریعہ درست کیا جانے والا فرد اور مدتوں انہی کی کتابوں سے برکت حاصل کرنیوالا آدمی منصبِ نبوت پر جا بیٹھے جس کا مقصد اولین فقط اپنی دکان کی گرم بازاری ہو اور جو اس دھن میں احادیث کا انکار کرے، قرآن پاک کی تاویلات کرے، پہلی ساری امت کے اجماعی عقائد کو باطل قرار دیدے، نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا لوگوں کو پوری بے حیائی کے ساتھ کافر قرار دیدے بلکہ زنا کار عورتوں کی اولاد اور اولاد البغایا کہے اور امتِ مسلمہ میں سوائے انتشار و افتراق کے اور کچھ بھی اس کا مقصد نہ ہو۔ (مرزا صاحب کی پوری حقیقت سمجھنی ہو تو قادیانی مذہب "مولوی الیاس برنی کی تصنیف کا مطالعہ فرمائیے) جو کبھی اپنے آپ کو انسانیت کے لئے باعثِ شرم و ننگ اور موجب نفرت و عار کہے جیسا کہ درِ ثمین میں کہا ہے ؎

کرم خاکی ہوں پیارے نہ میں آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اور کبھی پیغمبروں کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرے، کہیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عفیفہ والدہ مریم پر بہتان باندھے اور کہیں دیوانے کی بڑ کے طور پر کہے "عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم" اور کبھی کہے "ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑ دو، اس سے بہتر غلام احمد ہے"۔

ایسے شخص کو وہ منصب کیسے مل سکتا ہے جس کا مقصد انسانوں کو پستی سے نکال کر انسانیت کے بلند مراتب تک پہنچانا اور اللہ تعالےٰ تک واصل کرنا ہو۔

رابعاً نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تمہاری نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو

حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی لیکن خبردار میرے بعد نبی نہیں۔ اگر یہ دونوں حضرات نبی ہوتے تو لامحالہ تابع نبی ہوتے کیونکہ وہ حضورؐ کے امتی تھے، نبی کے دست حق پرست پر ایمان لانے والے اور ان کا طوق غلامی گلے میں ڈالنے والے تھے وہ مستقل تو ہو ہی نہیں سکتے تھے لیکن باوجود اس کے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے، واضح کرتا ہے کہ آپ کے بعد تابع نبی بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بمنزلہ حضرت ہارون علیہ السلام کے فرمایا تو فوراً فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضور کے تابع نبی ہیں بلکہ جنس نبی کی نفی فرمادی یعنی میرے بعد کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا نہ اصلی نہ تابع، نہ ظلی نہ بروزی۔

خامساً سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل "میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہیں" اور ظاہر ہے کہ مرتبۂ نبوت کے لحاظ سے آنحضورؐ کی امت میں سے کوئی ولی، غوث و قطب نبی کا ہم مرتبہ نہیں لہٰذا یہ تشبیہ محض تبلیغ دین اور احکام شرع کے لحاظ سے ہے یعنی جس طرح انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہر ایک نبی و رسول ایک مخصوص علاقہ اور قوم کو اپنے فیوض و برکات سے مشرف فرماتا اور انہیں زیور ایمان و یقین سے آراستہ فرماتا تھا اسی طرح میری امت کے علماء اپنے اپنے مخصوص علاقوں اور حلقوں میں شمع اسلام کو روشن رکھیں گے۔ اگر یہی تبلیغ اور تذکیر منصب نبوت ہے تو پھر تمام علماء کو نبی ماننا چاہیے جبکہ ترجمان حق اور صادق و مصدوق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے منصب کو انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے منصب رشد و ہدایت کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جب وہ نبی نہیں تو صرف مرزا صاحب کیسے نبی بن گئے؟ نیز بعد میں انبیاء ہو سکتے تو فرما دیتے کہ میری امت کے انبیاء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے حالانکہ اس کے برعکس آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ تھی کہ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا مبعوث ہو جاتا جو اس کی جگہ سنبھال لیتا لیکن میرے بعد نبی نہیں ہوں گے، محض خلفاء

ہوں گے تم ان میں سے ہر ایک کی یکے بعد دیگرے اطاعت کرتے جانا صور وفاداری سے کام لیتے ہوتے ہر ایک کی بیعت کا حق ادا کرتے جانا۔ اگر وہ کوئی زیادتی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس کرنے والا ہے۔

اس واضح ترین ارشاد کے بعد اور بنی اسرائیل میں سنتِ الٰہیہ کے ذکر فرمانے کے بعد اپنی امت میں سے انبیاء کی نفی فرمانا اور خلفاء کا وعدہ دینا اور ان کی اتباع کا حکم دینا خواہ وہ زیادتی بھی کیوں نہ کریں کیا اس قیاسِ فاسد کے فساد و بطلان پر قطعی دلیل نہیں؟ کیا اس روشن بیان کے بعد مستقل اور تابع کے بیہودہ فرق کی کوئی گنجائش رہ سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ہر مسلمان کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ امت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کیطرف کوئی نیا نبی مبعوث ہو کر نہیں آسکتا۔ اس امت کے تمام معاملات کا انتظام و انصرام صرف علماء کرام، اولیاء عظام اور خلفاء و حکام کے ذریعہ ہوگا اور اس خلافت کا وعدہ قرآنِ کریم نے دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس امت کے کسی فرد کو نبوت عطا فرمانی ہوتی تو وہ خلافت سے بھی بڑا انعام و اعزاز تھا اسے ضرور ذکر فرماتا حالانکہ کہیں بھی اس کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ خاتم النبیین میں اس کی صراحت کے ساتھ نفی فرما دی اور صرف خلافت کا وعدہ فرمایا وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنًا (الآیۃ) "اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لے آتے اور نیک اعمال کئے کہ انہیں ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا زمین میں اور حکومت و سلطنت عطا فرمائے گا جیسا کہ پہلے لوگوں کو سلطنت بخشی اور ضرور بالضرور مضبوط فرمائے گا ان کی خاطر وہ دین جسے ان کے لئے پسند کیا اور ضرور بالضرور انہیں خوف کے بدلے امن و سکون عطا فرمائیگا۔"

سادساً۔ اگر اتباعِ کامل سے منصبِ نبوت حاصل ہو سکتا ہے تو کیا اتنی صدیوں کے بعد صرف مرزا غلام احمد قادیانی کو ہی اتباعِ کامل نصیب ہوئی جو زندگی بھر بے شمار مال و